جمع بین الصّلاتین

(دو نمازوں کو ایک ساتھ پڑھنے کا حکم)

مؤلف : الشیخ نجم الدین طبسی

مترجم : حجۃ الاسلام محمد امیر جعفری

ناشر : ابوطالبؑ انٹرنیشنل اسلامک انسٹی ٹیوٹ لاہور پاکستان

جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ ہیں

کتاب : جمع بین الصّلاتین

مؤلف : الشیخ نجم الدین طبسی

مترجم : حجۃالاسلام محمد امیر جعفری

تصحیح : ناظم حسین اکبر

صفحات : ۷۴

تعداد : ۵۰۰۰

ایڈیشن : پہلا، اپریل ۲۰۱۵ء

کمپوزنگ : محمد اسماعیل اعوان

پیشکش : الفجر اکیڈمی پاکستان

ناشر : ابوطالبؑ انٹر نیشنل اسلامک انسٹی ٹیوٹ لاہور پاکستان

ملنے کا پتہ

۱۔ جامعہ شیر شاہ اینڈ ابو طالبؑ اسلامک انسٹی ٹیوٹ محب پور سادات خوشاب

۲۔ کلیہ اہل بیتؑ چنیوٹ

۳۔ ادارہ اصلاح لکھنؤ انڈیا

۴۔ ابو طالبؑ اسلامک انسٹی ٹیوٹ بمبئی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

فہرست مطالب

حرف ناشر...١٠

سخن مترجم...١٢

مقدمہ مؤلف...١٦

جمع بین الصّلاتین پر قرآن سے دلیل...١٨

اہل بیت علیہم السّلام کی نگاہ میں مذکورہ آیۂ مجیدہ کی تفسیر...١٩

اہلسنت کے ہاں موجود روایات...٢١

شیعوں کے ہاں موجود روایات...٢٤

پہلی روایت:...٢٤

دوسری روایت:...٢٥

تیسری روایت:...٢٦

چوتھی روایت:...٢٧

پانچویں راویت:...٢٨

چھٹی روایت:...٢٨

ساتویں روایت:.............................. ۲۹
آٹھویں روایت:.............................. ۲۹
نویں روایت: ۳۰
دسویں روایت:.............................. ۳۱
گیارہویں روایت: ۳۲
بارہویں روایت: ۳۲
تیرہویں روایت: ۳۳
جمع کے مرجوح ہونے پر بطور دلیل پیش کی جانے والی روایات ۳۴
۱۔ صحیح زرارہ: ۳۴
۲۔ روایت ابن میسرہ: ۳۵
۳۔ صحیح حلبی : ۳۵
۴۔ روایت ابن علوان: ۳۵
۵۔ روایت صفوان جمال: ۳۶
فقہاء کے نظریات............................۳۹

۱۔آیت اللہ خوئیؒ : ۳۹

۲۔ سید یزدیؒ: ۳۹

۳۔ مرحوم سبزواریؒ: ۴۰

اہلسنت کے ہاں موجود روایات ۴۲

پہلی روایت: ۴۲

دوسری روایت: ۴۲

تیسری روایت: ۴۳

چوتھی روایت: ۴۳

پانچویں روایت: ۴۳

چھٹی روایت: ۴۴

ساتویں روایت: ۴۴

آٹھویں روایت: ۴۵

نویں روایت: ۴۵

دسویں روایت: ۴۶

گیارہویں روایت:..۴۶
بارہویں روایت:..۴۶
تیرہویں روایت:..۴۷
چودہویں روایت:..۴۷
پندرہویں روایت:..۴۸
سولہویں روایت:..۴۸
سترہویں روایت:..۴۸
مذکورہ روایات کی توجیہ..۵۰
پہلی توجیہ:..۵۰
دوسری توجیہ:..۵۱
تیسری توجیہ:..۵۳
چوتھی توجیہ:..۵۴
پانچویں توجیہ:..۵۴
چھٹی توجیہ:..۵۵

جمع صوری کے دلائل ۵۶
پہلی دلیل: ۵۶
دوسری دلیل: ۵۷
تیسری دلیل: ۵۸
جمع کے جواز کے بارے میں فقہاء کے اقوال ۶۲
۱۔ابن رشد: ۶۲
۲۔ سرخسی: ۶۲
۳۔ابن حجر شارح صحیح بخاری: ۶۳
۴۔ابن رشد: ۶۳
۵۔شارح صحیح مسلم: ۶۳
۶۔ حامد بن حسن: ۶۴
۷۔ محدث بن صدیق غماری: ۶۴
قاضی احمد بن محمد بن شاکر شافعی : ۶۵
شرعی امور میں ترخیص سے استفادہ کرنے کا استحباب ۶۶

وہ روایات جن سے جمع بین الصلاتین کی حرمت کا وہم پیدا ہوتا ہے ۶۸

بسم اللہ الرّحمٰن الرّحیم

حرف اول

اس وقت دنیا کی کل آبادی کا پانچواں حصہ مسلمانوں پر مشتمل ہے پوری دنیا کے گوشہ و کنار میں اسلام کے پیروکار آباد ہیں اور کئی ایک غیر اسلامی ممالک میں بھی مسلمان موجود ہیں جن کی علمی تشنگی کو دور کرنے کے لیے ایک ایسے ادارے کا قیام ناگزیر تھا جو اسلام سے متعلق نت نئے پیش آنے والے اعتراضات اور سوالات کا علمی اور تسلی بخش جواب تیار کرکے دنیا کے سامنے پیش کرسکے ۔ جیسا کہ ولی امر مسلمین حضرت آیت اللہ العظمیٰ امام خامنہ ای دام ظلّہ العالی نے بھی اس بات کی تاکید فرمائی ہے کہ :

((ہمیں اس بات کا منتظر نہیں رہنا چاہیئے کہ عوام اور جوانوں کے ذہن میں کوئی شبہ آئے بلکہ ہمیں پہلے ہی سے شبہات کے لیے تیار رہنا چاہیئےاور سرشار منابع سے استفادہ کرتے ہوئے ان کا جواب دینا چاہیئے۔))

اسی ضرورت کو مد نظر رکھتے ہوئےابوطالب علیہ السّلام انٹر نیشنل اسلامک انسٹی ٹیوٹ کاافتتاح کیا گیا تاکہ نوجوانوں کی علمی تشنگی کو دور کیا جاسکے۔الحمدللہ اس راہ میں ادارہ ھذا نے بہت کامیابی حاصل کی اور بہت ہی کم عرصہ میں ۳۰ سے زیادہ موضوعات پر مشتمل سینکڑوں کی تعداد میں کتب دنیا کے گوشہ و کنار میں مفت

پہنچائیں اور یہ سلسلہ اب بھی مومنین کے تعاون سے جاری ہے۔ یاد رہے کہ ادارہ ھذا برصغیر پاک و ہند کا وہ واحد ادارہ ہے جو پوری دنیا میں کئی ایک زبانوں میں مفت کتاب دینے کی ذمہ داری اٹھائے ہوئے ہے۔

اسی سلسلہ کی ایک کڑی کتاب حاضر ہے جس میں جمع بین الصّلاتین سے متعلق کئی ایک شبہات کا علمی بنیادوں پر جواب دینے کی کوشش کی گئی ہے امید ہے کہ قارئین محترم اس کتاب سے بھرپور استفادہ کریں گے۔آخر میں صمیم قلب سے شکریہ ادا کرتا ہوں برادر عزیز حجۃ الاسلام جناب سید عزادار حسین نقوی صاحب کا جو اس ادارے کے روح رواں ہیں اسی طرح شکریہ ادا کرتا ہوں حجۃ الاسلام محمد امیر جعفری صاحب کا کہ جنہوں نے اس کتاب کا ترجمہ کرنے کی زحمت اٹھائی اور یہ کتاب آپ کے ہاتھوں پہنچی۔ والسّلام

بانی ادارہ ناظم حسین اکبر

۲۸ ذی الحج ۱۴۳۵ ہجری قمری

سخن مترجم

اسلام نے آراء و نظریات میں اختلافات کی نہی نہیں فرمائی ہے بلکہ صرف ایسے اختلافات مذموم ہیں کہ جن سے تنازعے کھڑے ہوتے ہیں، امت گروہوں میں بٹ جاتی ہے اور تفرقہ پیدا ہوتا ہے۔دین مبین اسلام کا یہ حکم اس کی عقلیت پسندی اور منطقی روش کی دلیل ہے۔

تقاضائے انصاف یہ ہے کہ انسان کا اس کی رائے اور نظر کے مطابق مؤاخذہ کیا جائے اور اس کے نظریہ کو باریک بینی سے علمی معیارات کی کسوٹی پر پرکھا جائے تاکہ درست نتیجہ اخذ کیا جاسکے۔

فریقین کے درمیان پائے جانے والے اختلافی مسائل میں سے ایک مسئلہ ((**دو نمازوں کا ایک ساتھ پڑھنا**)) ہے۔اس بارے میں مذہب شیعہ کا نظریہ یہ ہے کہ صحیح احادیث کے مطابق پیغمبر گرامی اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے پیروکاروں کو ظہر و عصر اور مغرب و عشاء کی نمازوں کو ایک ساتھ پڑھنے کی اجازت فرمائی ہے جبکہ اس کے مقابلہ میں وہابیوں سے متاثر ہو کر بعض اہلسنت علماء ضعیف روایات کا سہارا لیتے ہوئے اس

نظریہ کو سختی سے ردّ کرتے ہیں اور وہ اسے مکروہ ہی نہیں بلکہ مذہب شیعہ کو بدنام کرنے کا وسیلہ بھی قرار دیتے ہیں جو اس مذہب کے ماننے والوں پر انتہائی ظلم ہے۔

البتہ ان کے ہاں منصف مزاج علماء و محققین بھی موجود ہیں جو ہر طرح کی ذاتیات و اختلافات کو بالائے طاق رکھتے ہوئے قرآن و سنت کی صحیح تفسیر بیان کرنے میں کوئی عار نہیں سمجھتے۔اہل سنت کے امام مالک بن انس نے اپنی کتاب ((موطّأ)) میں اس موضوع پر چھ احادیث نقل کی ہیں جنہیں وہابی مفتی ناصر الدین البانی نے بھی صحیح قرار دیا ہے اور اس کے شاگرد شیخ احمد علی سلیمان مصری نے تدوین حدیث کی اس سب سے پہلی کتاب کی حدیث نمبر ۳۲۴ پر حاشیہ لگاتے ہوئے امام مالک کے نظریہ کی مخالفت کرتے ہوئے لکھا ہے:

((یہ خیال امام مالک کا صحیح نہیں ہو سکتا کیونکہ صحیح مسلم اور اصحاب سنن کی روایت میں [مِن غَیرِ خَوفٍ وَ لَا مَطَرٍ] موجود ہے۔یہی حدیث دلیل ہے محققین اہل حدیث کی اس باب میں کہ جمع کرنا ظہر و عصر اور مغرب و عشا کا حضر میں حاجت دینیہ یا دنیویہ کے لیے درست ہے اگرچہ ائمہ اربعہ اس کے خلاف ہیں پھر جب حدیث صحیح موجود ہو تو خلاف ائمہ اربعہ بلکہ سارے جہان کے ائمہ و علماء کا ضرر نہیں کرتا۔رسول اللہ

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے خطا نہیں ہو سکتی اور سارے جہان کے مولوی اور علماء خطا کر سکتے ہیں۔ بعض لوگوں نے اس کے خلاف میں جو استدلال کیا اس حدیث سے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے : جس نے جمع کیا دو نمازوں میں سو اس نے ایک کبیرہ گناہ کیا ہے۔ روایت کیا اس کو ترمذی نے۔ جواب اس کا یہ ہے کہ یہ استدلال بالکل نادرست ہے کیونکہ یہ حدیث ضعیف ہے بہ اجماع محدثین پھر کیونکر معارض ہو گی حدیث صحیح کے۔))[1]

اہل سنت کے ہاں یہ اختلاف اس بات کا منہ بولتا ثبوت ہے کہ ان کے پاس دو نمازوں کو جمع کرنے کی مخالفت پر کوئی واضح دلیل موجود نہیں ہے بلکہ اس کے برعکس کئی ایک صحیح احادیث موجود ہیں لیکن افسوس یہ کہ ہمارے بھائیوں نے دیکھا دیکھی اور شیعوں کی مخالفت کی بنا پر اپنی ہی کتب کے اندر موجود صحیح احادیث کے قبول کرنے سے انکار کر دیا ہے۔

آپ کے ہاتھوں میں موجود کتاب معروف محقق استاد بزرگوار شیخ نجم الدین طبسی حفظہ اللہ کی محققانہ تالیف ہے جس میں انہوں نے اس موضوع پر سیر حاصل بحث کی

---

[1]۔ موطا امام مالک، ترجمہ وحید الزمان خان ، تحقیق و تخریج احمد علی سلیمان مصری، تخریج و تسہیل حافظ عمران ایوب لاہوری، ناشر مکتبہ نعمانیہ لاہور، ص ۲۱۱

ہے اور بندہ حقیر نے اس کتاب کو اردو زبان میں ترجمہ کرنے کی کوشش کی ہے۔امید ہے کہ یہ کتاب قارئین محترم کے لیے مفید اور اسلامی مذاہب کے ایک دوسرے کی درست شناخت میں مؤثر واقع ہو گی۔آخر میں ہم ابو طالب علیہ السلام انٹر نیشنل اسلامک انسٹی ٹیوٹ لاہور اور ان تمام احباب کے صمیم قلب سے شکر گزار ہیں کہ جنہوں نے اس کتاب کے منظر عام پر لانے میں کسی بھی طرح سے تعاون فرمایا ہے۔

سپاس گزار

محمد امیر جعفری

یکم ستمبر ۲۰۱۴ء بروز پیر

مقدمہ مؤلف

اس کتاب کو تحریر کرنے کا مقصد اس بات کو ثابت کرنا ہے کہ ((تفریق بین الصّلاتین))پر اصرار کرنااور ہمیشہ اسے ہی معمول بنالیناسنت نبوی نہیں ہے کیونکہ اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ نبی مکرم اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بارش یا مرض جیسے عذر کے بغیر دو نمازوں کوایک ساتھ ملا کرپڑھاہے جیساکہ اسے ((دو نمازوں کوایک ساتھ پڑھنے کو)) صحابہ کرام کی ایک جماعت منجملہ عبداللہ بن عباس ،عبداللہ بن عمر ، جابر بن عبداللہ انصاری اور ابوایوب انصاری نے نقل کیاہے۔

ان احادیث کے متعلق یہ تاویل۔ کہ جو جمع نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمائی تھی وہ جمع صوری تھی نہ کہ جمع حقیقی۔ پیش کرنا بے فائدہ ہے کیونکہ جمع صوری کو عرف عام میں حقیقتاً جمع نہیں کہا جاسکتاہے جبکہ جو چیز نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ثابت شدہ ہے وہ جمع حقیقی ہے نہ کہ صوری۔

اسی طرح یہ ثابت کرنا بھی اس کتابچہ کے اہداف میں سے ہے کہ شیعہ امامیہ کا یہ طرز عمل ((جمع بین الصّلاتین)) کسی نماز کو اس کے وقت کے علاوہ کسی دوسرے وقت میں بجا لانا نہیں ہے۔اور ایسا بھی نہیں ہے کہ ان کا یہ عمل ((جمع بین

الصّلاتین)) نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے منقول ہی نہیں ہوا ہے بلکہ یقینا یہ عمل سیرت نبوی کے عین مطابق ہے۔ اگرچہ ہمارے فقہاء کے ایک گروہ کے نزدیک دونوں نمازوں کو جدا جدا پڑھنا مستحب ہے۔ اس سلسلہ میں مزید آگے چل کر وضاحت پیش کی جائے گی۔

نجم الدین طبسی

جمع بین الصّلاتین پر قرآن سے دلیل

فرمان خداوند متعال:

((أَقِمِ الصَّلَاةَ لِدُلُوكِ الشَّمْسِ إِلَى غَسَقِ اللَّيْلِ وَقُرْآنَ الْفَجْرِ إِنَّ قُرْآنَ الْفَجْرِ كَانَ مَشْهُودًا))[۱]

ترجمہ: آپ آفتاب سے رات کی تاریکی تک نماز قائم کریں اور نماز صبح بھی کہ نماز صبح کے لیے گواہی کا انتظام کیا گیا ہے۔

اس بنا پر ظہر اور عصر کا وقت زوال آفتاب سے غروب تک مشترک ہے جس طرح مغرب اور عشاء بھی وقت کے اعتبار سے مشترک ہیں۔

البتہ مغرب کو عشاء سے پہلے ادا کرنا ضروری ہے جبکہ خداوند متعال نے صبح کی نماز کے وقت کو الگ طور پر قرآن الفجر کے لفظ کے ساتھ بیان فرمایا ہے۔ پس یہ آیت کریمہ ظہرین اور مغربین کے وقت کے وسیع ہونے پر دلالت کرتی ہے جس کا نتیجہ و لازمہ یہ ہے کہ جمع بین الصلاتین جائز ہے۔[۲]

---

[۱]۔ سورۂ مبارکہ اسراء، آیت نمبر ۷۸

[۲]۔ واضح رہے کہ قرآن کریم نے نماز کے تین ہی اوقات بیان کیے ہیں دو نمازوں کو زوال سے وابستہ کیا ہے اور دو کو تاریکی شب سے اور ایک کو فجر سے لہٰذا تین اوقات پر اعتراض کرنا قرآن سے ناواقفیت کی واضح دلیل ہے ۔(مترجم)

اہل بیت علیہم السّلام کی نگاہ میں مذکورہ آیۂ مجیدہ کی تفسیر

زرارہ نے امام محمد باقر علیہ السلام سے روایت کی ہے اور کہا ہے کہ میں نے امامؑ سے اللہ تعالی کی جانب سے فرض شدہ نمازوں کے متعلق سوال کیا تو امام باقرؑ نے جواب میں فرمایا: شب و روز میں پانچ نمازیں فرض ہیں پس میں نے عرض کیا: کیا اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں ان تمام نمازوں کو بیان فرمایا ہے؟ امام علیہ السلام نے فرمایا: بیشک خداوند متعال نے اپنے نبیؐ سے فرمایا:

«أَقِمِ الصَّلَاةَ لِدُلُوكِ الشَّمْسِ إِلَى غَسَقِ اللَّيْلِ وَقُرْآنَ الْفَجْرِ إِنَّ قُرْآنَ الْفَجْرِ كَانَ مَشْهُودًا»[1]

۱. دلوک الشّمس سے مراد زوال آفتاب ہے اور زوال آفتاب اور غسق اللیل کے درمیانی وقت میں چار نمازیں واجب ہیں کہ جن نمازوں کے اوقات کو بیان فرمایا ہے اور غسق اللیل سے نصف شب مقصود ہے اور پھر فرمایا: عشاء کا اول وقت سورج کی سرخی کا ختم ہونا ہے جبکہ اس کا آخری وقت غسق اللیل یعنی نصف شب تک ہے۔[2]

۲. تفسیر عیاشی: عبید بن زرارہ نے ابی عبد اللہ علیہ السلام سے اس آیۂ مجیدہ

---

[1] ۔ سورۂ مبارکہ اسراء، آیت نمبر ۷۸

[2] ۔ تہذیب الاحکام، ج ۲، ص ۲۸؛ تفسیر نور الثقلین، ج ۲، ص ۲۰۰، ح ۳۷۰

((أَقِمِ الصَّلاَةَ لِدُلُوكِ الشَّمْسِ إِلَى غَسَقِ اللَّيْلِ وَقُرْآنَ الْفَجْرِ إِنَّ قُرْآنَ الْفَجْرِ كَانَ مَشْهُودًا))[۱]

کے متعلق روایت کی ہے کہ آپؑ نے فرمایا: خداوند متعال نے کچھ نمازیں فرض کی ہیں، ان فریضہ نمازوں کی ادائیگی کا اول وقت زوال آفتاب اور آخری وقت نصف شب ہے۔ ان میں سے دو ایسی نمازیں ہیں جن کا وقت غروب آفتاب سے آدھی رات تک ہے، لیکن ان میں سے مغرب کو نماز عشاء سے پہلے ادا کرنا ضروری ہے۔[۲]

۳. نیز تفسیر عیاشی ہی میں ہے کہ زرارہ امام باقرؑ سے مذکورہ آیۂ کریمہ کے بارے میں روایت کرتے ہیں کہ امام باقرؑ نے فرمایا: دلوک الشمس سے زوال آفتاب اور غسق اللیل سے نصف شب مراد ہے۔ یہ چار وہ نمازیں ہیں جن کو رسول اللہ ﷺ نے تشریع فرماتے ہوئے لوگوں کے لئے ان کا وقت مقرر کیا اور قرآن الفجر سے مراد صبح کی نماز ہے۔[۳]

---

[۱]۔ سورۂ مبارکہ اسراء، آیت نمبر ۷۸

[۲]۔ تہذیب الاحکام، ج ۲، ص ۲۸؛ نور الثقلین، ج ۲، ص ۲۰۰، ح ۳۷۰

[۳]۔ تھذیب الاحکام، ج ۲، ص ۲۵، ح ۲۳؛ تفسیر العیاشی، ج ۲، ص ۳۰۸، نور الثقلین، ج ۲، ص ۲۰۲

اہلسنت کے ہاں موجود روایات

۱. ابن مردویہ نے حضرت عمر سے اس قول خداوند متعال ” أَقِمِ الصَّلَاةَ ” کے متعلق روایت کی ہے کہ وہ کہتے ہیں کہ دلوک شمس سے زوال آفتاب مراد ہے[۱]۔

۲. سعید بن منصور اور ابن عباس نے روایت کی ہے: وہ کہتے ہیں: دلوک شمس سے زوال آفتاب مراد ہے[۲]۔

۳. ابن مسعود سے مروی ہے: وہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: زوال آفتاب کے وقت جبرئیلؑ میرے پاس آئے اور انھوں نے میرے ساتھ نماز ظہر ادا کی[۳]۔

۴. ابن جریر نے ابی برزہ اسلمی سے روایت کی ہے: وہ کہتے ہیں کہ جیسے ہی زوال آفتاب ہوتا تھا رسول اللہ ﷺ نماز ادا فرماتے اور پھر اس کے بعد اس آیۂ مجیدہ ” أَقِمِ الصَّلَاةَ ” کی تلاوت فرمایا کرتے تھے۔[۴]

---

[۱]۔ تفسیر الدّر المنثور، ج ۴، ص ۱۹۵

[۲]۔ حوالہ سابق

[۳]۔ حوالہ سابق

[۴]۔ حوالہ سابق

۵. عبد الرزاق دلوكُ الشّمس کے معنی کی وضاحت کے لئے ابو ہریرہ سے روایت کرتے ہیں: دلوكُ الشّمس یعنی جب سورج وسط آسمان سے مغرب کی جانب مائل ہو جائے اور غسق اللیل سے سورج کا غروب ہونا مقصود ہے[1]۔

اہل سنت کے بزرگ عالم دین اور مفسر فخر رازی اس بات کا اعتراف کرتے ہیں کہ آیت شریفہ دو نمازوں کے جمع کرنے کے جواز پر دلالت کرتی ہے۔ ان کی عین عبارت آپ کی خدمت میں پیش کر رہے ہیں:

اگر ہم لفظ "الغسق کا معنی ابتدائی تاریکی کے ظاہر ہونے کو مراد لیں تو غسق سے مراد مغرب کا اول وقت ہوگا۔

جیسا کہ ابن عباس، عطاء اور نضر بن شمیل نے بھی اسی معنی کو حکایت کیا ہے۔

بنابریں، آیت مذکورہ میں نماز کے تین اوقات بیان کیے گئے ہیں:

۱. زوال کا وقت
۲. مغرب کا وقت
۳. فجر کا وقت

---

[1]۔ حوالہ سابق

اس تقسیم کے تقاضے کے مطابق زوال، ظہر اور عصر دونوں کا وقت ہے، پس زوال ان دونوں نمازوں کا مشترک وقت شمار ہوگا۔ اس تمام بحث و گفتگو کا خلاصہ یہ ہے کہ ظہر و عصر نیز مغرب اور عشاء کو ہر حال میں ملا کر پڑھنا جائز ہے، لیکن چونکہ ایک دلیل موجود ہے جو دلالت کر رہی ہے کہ حالت حضر (جب انسان سفر میں نہ ہو) میں نمازوں کو ملا کر پڑھنا جائز نہیں ہے، لہٰذا جمع بین الصلاتین فقط سفر اور بارش وغیرہ جیسے عذر کی صورت میں جائز ہے۔[۱]

فخر رازی کی مندرجہ بالا گفتگو کا بغور جائزہ لینے سے پتہ چلتا ہے کہ انھوں نے استدلال اور مقدمہ بہت اچھا ذکر کیا ہے، لیکن اسے استثناء کرتے ہوئے جمع بین الصلاتین کو مخالف دلیل قرار دینا قابل اعتراض ہے کہ دونوں نمازوں کو ملا کر پڑھنا دلیل کے موافق و مطابق ہے جبکہ اس کا اپنا یہی کلام دلیل شرعی کے مخالف ہے[۲]۔

۱۔ التفسیر الکبیر، ج۱، ص۲۴

۲۔ جب اس آیت کریمہ ''أَقِمِ الصَّلَاةَ'' اور فعل رسولؐ سے واضح طور پر ظہر و عصر اور مغرب و عشاء کو اکٹھے پڑھنے کا جواز سمجھا جا رہا ہے۔ یعنی جب قرآن اور سنت نبویؐ دونوں اتنی صراحت کے ساتھ جواز جمع کو بیان کر رہے ہیں تو فخر رازی کی جانب سے قرآن و سنت کے مقابلے میں اجتہاد کرنے کی کیا ضرورت ہے، جبکہ نص کے مقابل میں اجتہاد باطل ہے۔ (مترجم)

شیعوں کے ہاں موجود روایات

پہلی روایت:

شیخ صدوقؒ، عبد اللہ بن سنان سے اور عبد اللہ بن سنان، امام جعفر صادقؑ سے روایت کرتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ظہر و عصر کی نمازیں ایک اذان اور دو اقامت کے ساتھ، نیز آپؐ نے مغرب و عشاء کی نمازوں کو کسی عذر و سبب اور بغیر سفر کے ایک اذان اور دو اقامت کے ذریعے جمع فرمایا ہے[1]۔

مجلسی اولؒ فرماتے ہیں: یہ روایت جمع بین الصلاتین ایک وقت میں بغیر کسی عذر کے جائز ہونے پر دلالت کرتی ہے اور اسی مطلب کو بیان کرنے کے متعلق بہت ساری روایات وارد ہوئی ہیں جن میں سے بعض روایات میں رسول اللہؐ کی امت کے سختی و مشقت سے محفوظ رہنے کو جمع بین الصلاتین کی وجہ اور سبب کے طور پر بیان کیا گیا ہے۔

---

[1] ۔ الفقیہ، ج۱، ص ۱۸۴، ح ۸۸۴؛ وسائل، ج ۴، ص ۲۲۰، ب ۳۲، ج ۱

اور جو روایات نمازوں کو جدا کرکے پڑھنے کے بارے میں وارد ہوئی ہیں انھیں استحباب پر منطبق کیا جائے گا[۱] (یعنی وہ تفریق کے مستحب ہونے کو بیان کر رہی ہیں)۔

دوسری روایت:

کلینیؒ محمد بن یحیٰ سے وہ احمد بن محمد سے وہ علی بن الحکم سے وہ عبد اللہ بن بکر سے وہ زرارہ سے، جبکہ جناب زرارہ حضرت امام صادق علیہ السلام سے روایت کرتے ہیں:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جب زوالِ آفتاب ہوا تو لوگوں کو ظہر و عصر کی نماز، جماعت کے ساتھ پڑھائی، جبکہ کوئی عذر اور سبب نہیں تھا اور ایسے ہی آپؐ نے بوقت غروب سورج کی روشنی سے پیدا ہونے والی سرخی کے ختم ہونے سے قبل ہی لوگوں کو کسی عذر کے بغیر مغرب و عشاء کی نمازیں با جماعت پڑھائیں اور رسول اکرمؐ نے اس کی وضاحت یوں فرمائی: تاکہ میری کی امت تنگی اور سختی میں مبتلا نہ ہو۔[۲]

۱۔ روضۃ المتقین، ج ۲، ص ۲۳۴

۲۔ الکافی، ج ۳، ص ۲۸۴، وسائل، ج ۴، ص ۲۲۲، ح ۸۔ اس کو شیخ نے التہذیب میں روایت کیا ہے۔ ص ۲۴۳، ح ۱۰۶۴؛ استبصار، ج ۴؛ مرآۃ العقول، ج ۱۵، ص ۵۱

اور میں کہوں گا کہ: مجلسیؒ نے اس کی توثیق بیان فرمائی ہے[1]۔

تیسری روایت:

کلینیؒ: محمد بن یحییٰ نے محمد بن احمد سے اور اس نے عباس الناقد سے روایت کی ہے کہ وہ کہتے ہیں:

((میرا تمام مال و متاع ایک حادثہ کی وجہ سے ضائع ہو گیا اور میرے سب دوست اور لین دین والے مجھے چھوڑ کر چلے گئے تو میں نے امام حسن عسکری علیہ السلام سے اپنی اس پریشانی کا شکوہ کیا تو آپؑ نے مجھ سے فرمایا: نماز ظہر و عصر کو بلافاصلہ اکٹھے کر کے پڑھو جو چاہتے ہو اسے دیکھ لوگے (یعنی مراد کو پالو گے))۔[2]

علامہ مجلسیؒ نے کہا ہے: وہ (عباس ناقد) مجہول ہے اور گویا اس کا بار بار نماز کے لئے آنا اس کے گاہکوں کے متفرق ہو جانے کا سبب تھا۔ اور قاموس میں آیا ہے: آپ کا حریف یعنی آپ کے ساتھ آپ کے پیشہ میں معاملہ کرنے والا[3]۔

---

[1]۔ الکافی، ج ۳، ص ۲۸۷، ح ۶؛ التہذیب، ج ۲، ص ۲۶۳، ح ۱۰۴۹

[2]۔ مرآۃ العقول، ج ۱۵، ص ۵۱

[3]۔ ملاذ الاخیار، ج ۴، ص ۳۳۱

اور کتاب ملاذ الاخیار[1] میں مجلسیؒ نے کہا ہے: "۔۔۔اور یہ روایت دلالت کرتی ہے کہ اس (مندرجہ بالا) سبب کی وجہ سے جمع بین الصلاتین رجحان رکھتا ہے۔[2]

چوتھی روایت:

شیخ طوسیؒ اپنی سند سے سعد بن عبد اللہ سے وہ محمد بن الحسین، وہ موسیٰ بن عمر، وہ عبد اللہ بن مغیرہ اور وہ اسحاق بن عمار سے روایت کرتے ہیں کہ اسحاق بن عمار کہتے ہیں:

((میں نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے سوال کیا: آیا مغرب اور عشاء کو شفق (مغرب کی سرخی) کے غائب ہونے سے پہلے کسی عذر کے بغیر جمع کیا جا سکتا ہے؟ تو امام علیہ السلام نے فرمایا: اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔))[3]

علامہ مجلسیؒ نے کہا ہے کہ بظاہر وہ مجہول یا موثق ہے جبکہ علامہ مجلسیؒ کے والد گرامی طاب ثراہ فرماتے ہیں کہ موسی بن عمر شاید وہی ابن بزیع ہے جو کہ موثق ہے۔ اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ وہ موسی بن عمر بن یزید ہو جو کہ موثق نہیں ہے۔[4]

---

[1] ۔ملاذ الاخیار فی فہم تہذیب الاخبار، علامہ محمد باقر مجلسیؒ کی کتاب ہے جو کہ شیخ طوسیؒ کی تہذیب الاخبار کی شرح ہے۔(مترجم)

[2] ۔التہذیب، ج۲، ص۲۶۲، ح۱۰۴۷؛ استبصار، ج۱، ص۲۷۲، ح۹۸۲، ج۴، ص۲۲۳، ب۲۱ و۱۱

[3] ۔ملاذ الاخیار، ج۴، ص۳۳۰

[4] ۔التہذیب، ج۲، ص۱۸، ح۹۶؛ وسائل، ج۴، ص۲۲۳، ب۳۱ و۱۱

پانچویں راویت:

شیخ طوسیؒ اپنی سند سے حسین بن سعید اور وہ ابن ابی عمیر سے اور وہ عمر بن اذینہ سے اور انھوں نے ایک گروہ سے روایت کی ہے جس میں فضیل اور زرارہ بھی شامل ہیں۔وہ حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے روایت کرتے ہیں کہ:

((رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ظہر و عصر کو ایک اذان اور دو اقامتوں اور ایسے ہی مغرب و عشاء کو ایک اذان اور دو اقامتوں کے ذریعے جمع کرکے پڑھا ہے۔))[۱]

میری رائے یہ ہے کہ اس کو علامہ مجلسیؒ نے موثق قرار دیا ہے اور ان کا تیسری اذان کے متعلق بھی بیان موجود ہے۔[۲]

چھٹی روایت:

شیخ صدوقؒ: ۔۔۔اسحاق بن عمار سے اور وہ ابو عبد اللہ امام صادق علیہ السلام سے روایت کرتے ہیں کہ امام علیہ السلام نے فرمایا:

---

[۱]۔ ملاذ الاخیار، ج۴، ص۳۳۰

[۲]۔ علل الشرائع، ص۳۲۱، ح۱، ب۱۱، وسائل، ج۴، ص۲۲۱، ب۳۲و۲

((رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک مقام پر ظہر و عصر کی نمازیں بغیر کسی عذر اور وجہ کے ملا کر پڑھیں، تو حضرت عمر نے آپؐ سے کہا: (اور وہ رسول اللہ کی نسبت تمام لوگوں سے زیادہ جری تھے) آیا نماز کے متعلق کوئی نیا حکم آیا ہے؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: نہیں! بلکہ میں نے اپنی امت کے لئے آسانی اور وسعت کو مد نظر رکھتے ہوئے ایسا کیا ہے۔))[1]

ساتویں روایت:

شیخ صدوق:۔۔۔ عبد الملک قمی اور وہ ابو عبد اللہ امام صادق علیہ السّلام سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے آپؑ کی خدمت میں عرض کی:

((کیا میں دو نمازوں کو کسی عذر کے بغیر جمع کرکے پڑھ سکتا ہوں؟ تو امامؑ نے فرمایا: بتحقیق رسول اللہؐ نے ایسا کیا ہے اور ایسا کرنے سے آپؐ کا ارادہ اپنی امت کے لئے سہولت وآسانی میسر کرنا تھا۔))[2]

آٹھویں روایت:

شیخ صدوقؒ:۔۔۔ ابی زبیر اور وہ سعید بن جبیر اور وہ ابن عباس سے روایت کرتے ہیں کہ انھوں نے فرمایا:

---

[1] ۔ حوالہ سابق

[2] ۔ علل الشرایع ص۳۳۱، ح۴، ب۱۱؛ وسائل، ج۴، ص۲۲۱، ب۳۱، ج۴

((رسول اللہ ﷺ نے ظہر اور عصر کی نمازوں کو کسی خوف اور سفر کے بغیر اکٹھا کر کے پڑھا ہے۔ اور (ابن عباس نے) کہا: آپؐ یہ چاہتے تھے کہ آپؐ کی امت سختی و تنگی میں نہ پڑے۔))[۱]

نویں روایت:

شیخ صدوقؒ: ---ابی یعلی بن لیث والی قم، اور وہ عون بن جعفر مخزومی سے اور عون بن جعفر مخزومی، داؤد بن قیس فراء سے اور وہ ابن عباس سے روایت کرتے ہیں کہ:

((رسول اللہ ﷺ نے ظہر و عصر نیز مغرب و عشاء کی نمازوں کو ملا کر پڑھا ہے جبکہ نہ تو بارش تھی اور نہ ہی حالت سفر میں تھے۔ ابن عباس سے کہا گیا: رسول اللہ ﷺ کا اس (جمع بین الصلاتین) سے کیا ارادہ تھا؟ تو ابن عباس نے کہا: آپؐ اپنی امت کے لئے سہولت اور آسانی چاہتے تھے۔))[۲]

۱۔ علل الشرائع، ص۳۲۱، ح۴، ب۱۱؛ وسائل، ح۴، ص۲۲۱، ب۳۱، ح۵

۲۔ علل الشرائع، ص۳۲۲، ح۷، ب۱۱؛ وسائل ج۴، ص۲۲۲، ب۲۱، ح۶

دسویں روایت:

شیخ صدوق۔۔۔ عکرمہ، ابن عباس، نافع اور عبد اللہ بن عمر کے واسطے سے روایت کرتے ہیں کہ:

((نبی اکرمؐ نے جب مدینہ میں مقیم تھے اور مسافر نہیں تھے تو سات اور آٹھ رکعتیں ملا کر پڑھی ہیں (یعنی مغرب و عشاء اور ظہر و عصر کو ملا کر پڑھا ہے۔))[۱]

علامہ مجلسیؒ فرماتے ہیں کہ عباس ناقد کی روایت کے علاوہ اصحاب کی روایات میں سے مجھے کوئی ایسی روایت نہیں ملی ہے جو تفریق بین الصلاتین کے مستحب ہونے کے مخالف ہو اور اگر بطور فرض یہ روایت صحیح ہو تو اس میں جمع کی تاویل یوں بیان کرنا ممکن ہے کہ ایسی جمع مراد ہے جو نمازوں میں زیادہ فاصلے کا تقاضا نہ کرے کیونکہ نمازوں کے درمیان نافلہ نمازوں کو ترک کرنے کا مستحب ہونا محال ہے۔ یا اس روایت کو جمعہ کی ظہر پر حمل کیا جائے جبکہ باقی روایات جمع بین الصلاتین کے جواز کو خصوصیت کے ساتھ بیان کر رہی ہیں اور یہ تفریق بین الصلاتین کے مستحب ہونے کے منافی نہیں ہے۔[۲]

---

[۱]۔ مرآۃ العقول، ج۱۵، ص۵۲

[۲]۔ الخصال، ص۵۰۴، ح۲؛ مستدرک، ج۳، ب۲۶، ح۱

گیارہویں روایت:

((شیخ صدوقؒ۔۔۔ سعید بن علامہ اور وہ امیر المؤمنین علیہ السّلام سے روایت کرتے ہیں کہ آپؑ نے فرمایا: جمع بین الصّلاتین، رزق میں اضافے کا سبب ہے۔))[1]

بارہویں روایت:

عیاشی: محمد بن مسلم اور وہ حضرت امام باقر یا امام صادق علیہما السّلام میں سے کسی ایک سے روایت کرتے ہیں کہ امامؑ نے سفر میں نماز مغرب کے متعلق فرمایا:

((اس میں کوئی حرج نہیں ہے کہ تو ایک گھنٹہ (کچھ وقت) تک (نماز مغرب کو لیٹ کرے اور پھر دونوں پڑھ لے، اگر تو عشاء کو بھی پڑھنا پسند کرتا ہے اور اگر تو چاہے تو اتنے وقت تک سفر کو جاری رکھ لے کہ شفق زائل ہو جائے۔))

---

[1]۔ سورہ مبارکہ نساء، آیت نمبر ۱۰۳

تیرہویں روایت :

((بے شک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نماز ظہر و عصر اور ایسے ہی مغرب و عشاء کو ملا کر پڑھا ہے اور آپؐ کبھی دیر سے اور کبھی جلدی پڑھ لیا کرتے تھے۔ خداوند متعال نے فرمایا ہے: إِنَّ الصَّلَاةَ كَانَتْ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ كِتَابًا مَوْقُوتًا)).[۱]

---

[۱] ۔ سورہ مبارکہ نساء، آیت نمبر ۱۰۳

جمع کے مرجوح ہونے پر بطور دلیل پیش کی جانے والی روایات

۱. صحیح زرارہ: میں نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے عرض کی: میں روزہ رکھتا ہوں لیکن قیلولہ نہیں کرتا یہاں تک کہ ظہر کا وقت داخل ہو جاتا ہے۔ جب زوال آفتاب ہوتا ہے تو میں ظہر کے نوافل پڑھتا ہوں پھر نماز ظہر ادا کرتا ہوں اور اس کے بعد نماز عصر کے نوافل پڑھنے کے بعد نماز عصر پڑھتا ہوں اور اس کے بعد سو جاتا ہوں اور یہ امر لوگوں کے نماز (عصر) پڑھنے سے پہلے ہے۔ آنخضرتؑ نے مجھ سے فرمایا: اے زرارہ جس وقت زوال آفتاب ہوتا ہے یقیناً وقتِ نماز داخل ہو جاتا ہے، مگر میں آپ کے متعلق یہ ناپسند کرتا ہوں کہ زوال کے وقت کو ہمیشہ نماز عصر کا وقت بنا لے۔[۱]

---

[۱] ۔ وسائل، المواقیت، ج ۴، ص ۲۱۸، ح ۱۵۔ اس حدیث کے مضمون کے متعلق یہ کہا جا سکتا ہے کہ اس حدیث میں امام علیہ السلام کا مخاطب فقط جناب زرارہ ہیں کیونکہ امام فرما رہے ہیں کہ مجھے آپ کے بارے میں یہ ناپسند ہے (نہ کہ تمام لوگوں کے بارے میں) اور یہ امر اس بات کی علامت ہے کہ آنخضرت کچھ خارجی موانع و اسباب کی بنا پر کسی طرز عمل پر ناخوش تھے، کیونکہ زرارہ امامؑ کا خاص شاگرد اور مشہور شخص ہے، لہٰذا ہو سکتا ہے کہ زرارہ کے

۲. **روایت ابن میسرہ:** وہ کہتے ہیں کہ میں نے امام صادق علیہ السّلام سے عرض کی: کیا کسی شخص کے لئے جائز ہے کہ جب زوال آفتاب ہو تو ظہر اور عصر کی نماز پڑھے؟ امام علیہ السّلام نے فرمایا: جی ہاں! لیکن میں یہ پسند نہیں کرتا کہ وہ ہر روز ایسے کرے۔[1]

۳. **صحیح حلبی:** حلبی امام جعفر صادق علیہ السلام سے نقل کرتے ہیں کہ امام علیہ السّلام نے فرمایا: رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب سفر یا کسی اضطراری حالت میں ہوتے تھے تو ظہر و عصر اور مغرب و عشاء کی نمازوں کو جمع کرکے پڑھتے تھے۔[2]

اس روایت سے کسی حد تک یہ ظاہر ہوتا ہے کہ یہ جمع بین الصلاتین سفر یا بارش وغیرہ جیسے کسی عذر کی وجہ سے ہوتی تھی۔

۴. **روایت ابن علوان:** امیر المؤمنین علیہ السّلام سے ابن علوان کی روایت میں ہے کہ علی علیہ السّلام نے فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مغرب

اس عمل سے مخالفین خود اس کے لئے یا دوسرے شیعوں یا خود امامؑ کے لئے مشکلات کھڑی کریں جیسا کہ اس بات کا احتمال امام صادق علیہ السلام سے مروی معاویہ بن یسار کی روایت میں پایا جاتا ہے۔ (مترجم)

[1]۔ وسائل، المواقیت، ج ۴، ص ۲۱۸، ب ۳۱، ح ۳ و ۱۰۲

[2]۔ وسائل، ج ۴، ص ۲۱۸، المواقیت، باب ۳۱، ح ۶

اور عشاء کی نمازوں کو بارش والی رات جمع کرکے ادا کرتے اور آپ ؐ نے کئی مرتبہ ایسا کیا ہے۔[۱]

۵. **روایت صفوان جمال:** صفوان جمال سے مروی ہے کہ: امام جعفر صادق علیہ السلام نے ہمارے ساتھ ظہر و عصر کی نمازیں جب زوال آفتاب ہوا تو ایک اذان اور دو اقامتوں کے ساتھ پڑھی ہیں اور فرمایا: کہ میں کسی ضروری کام میں ہوں پس تم بھی اس سے فائدہ اٹھاؤ۔[۲]

پہلی اور دوسری روایت کا جواب یہ ہے کہ یہ دو روایتیں اس لیے صادر ہوئی ہیں تاکہ ان دو راویوں کو عامہ کے سامنے مخفی رکھا جائے اور وہ ظاہر نہ ہوں۔ جیسا کہ یہ شیعہ کی عادات میں سے تھا اور اس پر ابی خدیجہ کی یہ روایت شاہد بھی ہے ((حضرت ابو عبداللہ علیہ السّلام سے مروی ہے کہ راوی نے کہا: آپ علیہ السّلام سے ایک شخص نے سوال کیا جب کہ میں بھی وہاں پر موجود تھا: میں بسا اوقات مسجد میں داخل ہوتا ہوں اور اپنے کچھ شیعوں کو اس حال میں دیکھتا ہوں کہ کچھ عصر کی نماز جبکہ دوسرے بعض ظہر کی نماز پڑھ رہے ہوتے ہیں؟ تو امام علیہ السّلام نے فرمایا:

---

[۱]۔ وسائل، المواقیت، ج ۴، ص ۲۱۸، ب ۳۱، ح ۳

[۲]۔ وسائل، ج ۴، ص ۱۳۴؛ المواقیت، ب ۷، ح ۳

میں نے خود ان کو اس بات کا حکم دیا ہے کیونکہ اگر وہ ایک معین وقت میں نماز ادا کریں تو پہچانے جائیں گے اور ان کی جان کو خطرہ لاحق ہو سکتا ہے۔

اور جہاں تک آخری روایت کا تعلق ہے تو وہ بالکل جمع بین الصلاتین کی کراہت پر دلالت کرتی ہے ہاں یہ کہ مفہوم لقب سے تمسک کیا جائے البتہ ایسا وہی شخص کرسکتا ہے جو مفاہیم کو اس صورت میں قبول کرتا ہو جبکہ ایسی مطلق روایات بھی موجود ہیں جن سب کا تقاضا یہ ہے کہ جمع بین الصلاتین مطلّقا جائز ہے چاہے کوئی عذر ہو یا نہ ہو۔ اور پھر یہ کہ جو امام علیہ السّلام نے دو نمازوں کے درمیان فاصلہ نہ ڈالنے کو ناپسند قرار دیا ہے اور جیسا کہ فرمایا:

((ولکنّی أکرہ لك أن تتّخذہٗ وقتا دائما))

تو علماء نے اس کے مندرجہ ذیل جوابات دیئے ہیں:

ا۔ سبز واری رحمۃاللہ علیہ نے جو جوابات دیئے ہیں ان میں سے ایک یہ ہے:

((ممکن ہے امام صادق علیہ السّلام نے اس مخصوص قسم کی تفریق سے ناپسندیدگی کا اظہار فرمایا ہو جو شیعوں کی عادت تھی لہٰذا امام صادق علیہ السّلام کو یہ بات ناگوار گزری کہ کہیں اس عادت کے ذریعے زرارہ پہچانا نہ جائے اور لوگ اس وجہ سے اس کو برا بھلا نہ کہیں اور قاعدے کا تقاضا بھی یہ ہے کہ عام اور مطلق اس وقت تک قابل اتباع و عمل ہوتے ہیں جب تک کوئی دلیل خاص یا مقید ان دونوں کے خلاف کسی

مطلب پر دلالت نہ کرے۔ اور اگر ایسا ہو تو اس صورت میں عام اور مطلق کو چھوڑ دیا جاتا ہے۔))[۱]

۱۔ شرح عروۃ الوثقی، ج۱، ص۳۲۱

فقہاء کے نظریات

۱۔آیت اللہ خوئیؒ:

((۔۔۔ابھی تک کی بحث سے یہ نتیجہ حاصل ہوتا ہے کہ ہمارے پاس کوئی ایسی دلیل نہیں ہے جو دو نمازوں کو ایک ساتھ پڑھنے سے نہی کررہی ہو۔یعنی مقام عمل میں دو نمازوں کو ملا کر ادا کرنے کے متعلق نہی کرنے والی کوئی دلیل نہیں ہے۔اگرچہ تفریق بین الصّلاتین کے مستحب ہونے والا قول ہمارے علماء کے نزدیک مشہور ہے ۔لیکن اس کے بارے میں بھی تحقیق گذر چکی ہے کہ اس قول کی کوئی اساس نہیں ہے ۔البتہ ایک وقت میں دو نمازوں کو بجالانا اس اعتبار سے مکروہ ہے کہ کسی ایک نماز کو دوسری نماز کے وقت فضیلت میں پڑھنا مکروہ ہے نہ کہ بطور مطلق مکروہ ہے۔

۲۔ سید یزدیؒ:

((تفریق بین الصّلاتین مستحب ہے جیسا کہ ظہرین و مغربین ہیں اور اس تفریق کیلیے یہی کافی ہے بس یہ کہا جاسکے کہ دو نمازوں کو جدا کرکے پڑھا گیا ہے۔[1]

پس ہمارے نزدیک تفریق کے واجب نہ ہونے میں کوئی اختلاف نہیں ہے البتہ اس تفریق کے مستحب ہونے میں اختلاف پایا جاتا ہے۔جیسا کہ یہ ہمارے نزدیک مشہور

---

[1]۔ مہذب الاحکام، ج۵، ص۸۷

ہے آیا یہ کہ جمع بین الصّلاتین مثلا نماز ظہر کو عصر کی فضیلت کے وقت میں ادا کرنا جائز ہے۔

۳۔ مرحوم سبزواریؒ:

اصل یعنی قانون عقلی کا تقاضا یہ ہے کہ جمع بین الصّلاتین مکروہ نہیں ہے اور اس بات پر امام جعفر صادق علیہ السّلام کا قول شاہد ہے اور تفریق بین الصّلاتین افضل ہے اگر امام علیہ السّلام کے فرمان سے اس بات کا استفادہ ہو کہ تفریق، جمع پر فوقیت رکھتی ہے یعنی جمع کرنا مرجوحیت رکھتا ہے لیکن دو نمازوں کو ایک ساتھ پڑھنا بھی فضیلت رکھتا ہے اگرچہ جدا جدا پڑھنا زیادہ فضیلت رکھتا ہے اور یہ بالکل اس فرمان خداوندی کی طرح ہے:

((اولوالارحام بعضهم اولیٰ ببعض))

یعنی ایک طرف افضل ہے تو دوسری طرف بھی فضیلت موجود ہے مگر یہ بات غیر قابل قبول ہے کہ جمع بین الصّلاتین کی نسبت تفریق کو زیادہ فضیلت حاصل ہے جیسا کہ بہت سی روایات بھی اس بات پر دلالت کررہی ہیں کہ تفریق کو جمع پر کوئی فضیلت نہیں ہے جیسا کہ ابن سنان نے امام صادق علیہ السّلام سے صحیح روایت میں نقل کیا ہے: ((۔۔۔من غیر علّة۔۔۔)) بغیر کسی عذر کے رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دو نمازوں کو جمع فرمایا۔اور جناب عمار کی روایت ((۔۔۔اردتُ أن أُوسِّع علیٰ أمّتی۔۔۔)) یعنی

پیغمبر اکرم ﷺ نے فرمایا: میں اپنی امت کے لیے سہولت چاہتا ہوں۔اسی طرح جناب زرارہ کی صحیح روایت میں ہے:

((انّما فعل رسول الله ليتّسع الوقت علىٰ أمّته))

رسول اللہؐ نے اپنی امت کی سہولت کی خاطر ایسا کیا۔

اہلسنت کے ہاں موجود روایات

پہلی روایت:

جناب ابن عباس سے روایت ہے کہ وہ کہتے ہیں: میں نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ آٹھ رکعتیں (ظہر و عصر) اور سات رکعتیں (مغرب و عشا) اکٹھی پڑھیں۔ عمرو بن دینار نے کہا: اے ابو شعشاء! میں یہ گمان کررہا ہوں کہ حضورؐ نے ظہر کی نماز تاخیر اور عصر کی نماز جلد پڑھی ہے اور ایسے ہی مغرب کی نماز دیر اور عشا کی نماز جلدی پڑھی ہے۔۔۔ تو انھوں نے کہا: میں بھی یہی گمان کرتا ہوں۔[1]

دوسری روایت:

سعید بن جبیر جناب عبداللہ بن عباس سے نقل کرتے ہیں کہ: رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مدینہ منورہ میں ظہر و عصر اور مغرب و عشاء کی نمازوں کو ایک ساتھ ملا کر پڑھا ہے۔[2]

---

[1]۔ صحیح مسلم، ج۲، ص ۲۷اور ص ۱۵۲؛ مسند احمد بن حنبل، ج۱، ص ۲۲۱

[2]۔ صحیح مسلم، ج۲، ص ۱۵۲؛ صحیح بخاری، ج۱، ص ۱۴۷؛ مسند احمد بن حنبل، ج۱، ص ۲۲۱

تیسری روایت:

جناب ابن عباس سے منقول ہے کہ رسول خدا ﷺ نے حضر میں ظہر و عصر کی آٹھ رکعات اور مغرب و عشاء کی سات رکعات کو ملا کر پڑھا۔[۱]

چوتھی روایت:

حدیث شریف میں وارد ہوا ہے کہ وکیع نے ابن عباس سے پوچھا کہ رسول اللہ ﷺ نے دو نمازوں کو کیوں جمع کیا ہے؟ تو ابن عباس نے فرمایا: تاکہ آپؐ کی امت زحمت میں نہ پڑے۔

پانچویں روایت:

ابن شفیق عقیلی نقل کرتے ہیں کہ ایک دن ابن عباس عصر کے بعد خطبہ دے رہے تھے یہاں تک کہ سورج غروب ہو گیا اور ستارے نکل آئے جبکہ لوگ نماز، نماز، نماز پکارنے لگے۔ بنو تمیم کا ایک شخص الصّلاۃ، الصّلاۃ کہتا ہوا ابن عباس کے پاس پہنچا تو ابن عباس نے اس سے کہا: تیری ماں تمہارے غم میں روئے! تو مجھے سنت سکھاتا ہے میں نے رسول اللہ ﷺ کو ظہر و عصر اور مغرب و عشاء کو ملا کر پڑھتے دیکھا ہے۔

۱۔ مسند احمد بن حنبل، ج۱، ص ۲۵۱؛ صحیح مسلم، ج۲، ص ۱۵۴؛ شرح معانی الاخبار طحاوی اور مسند ابو داؤد طیالسی۔

عبداللہ بن شقیق کہتے ہیں مجھے عبداللہ بن عباس کی بات پر شک ہوااور میرادل بے چین ہو گیا لہذا میں ابوہریرہ کے پاس گیااور اس سے پوچھاتواس نے ابن عباس کے قول کی تائید کی۔[۱]

چھٹی روایت:

جابر بن زید، ابن عباس سے نقل کرتے ہیں کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مدینہ منورہ میں سات رکعات اور آٹھ رکعات یعنی ظہر و عصر اور مغرب و عشاء کو ملا کر پڑھا ہے۔ابوایوب نے کہا: شاید رسول اللہ (ص) نے بارش والی رات ایسا کیا ہو؟ (تو جابر نے کہا:) شاید۔[۲]

ساتویں روایت:

ابن عمر، ابو ایوب انصاری اور ابن عباس سے نقل کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نماز مغرب و عشاء کو یوں ملا کر پڑھا کہ ان دونوں نمازوں کو ایک نماز کے وقت میں ادافرمایا۔[۳]

۱۔ مسائل فقھیہ خلافیہ، ص۱۰
۲۔ صحیح بخاری، ج۱، ص۱۲۸
۳۔ صحیح مسلم، ج۲، ص۱۵۱

آٹھویں روایت:

ابن عباس رسول خدا ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپؐ نے مدینہ منورہ میں نماز ظہر و عصر کو اکٹھا پڑھا جبکہ کوئی خوف اور سفر بھی درکار نہیں تھا۔ابو زبیر نے کہا: میں نے سعید بن جبیر سے پوچھا کہ: آپؐ نے دو نمازوں کو ایک ساتھ کیوں پڑھا ہے؟تو سعید بن جبیر نے کہا: میں نے بھی ابن عباس سے یہی سوال پوچھا تھا جو تو نے مجھ سے پوچھا ہے تو ابن عباس نے جواب دیا تھا:آنحضرتؐ چاہتے تھے کہ آپؐ کی امت کا کوئی فرد سختی اور مشقت میں مبتلا نہ ہو۔[۱]

نویں روایت:

ابوداؤد نے ابن عباس سے نقل کیا ہے کہ رسول اللہ (ص) نے ظہر و عصر اور مغرب و عشاء کی نمازوں کو مدینہ منورہ میں خوف اور بارش جیسے کسی عذر کے بغیر ملا کر پڑھا ہے۔ابن عباس سے اس جمع بین الصّلاتین کا فلسفہ پوچھا گیا تو انہوں نے فرمایا: رسول اللہ (ص) کا مقصد یہ تھا کہ امت دشواری میں نہ پڑے۔[۲]

۱۔ سنن ابی داؤد، ج ۲، ص ۶، ح ۱۲۱۱

۲۔ سنن ابی داؤد، ج ۲، ص ۶، ح ۱۲۱۴

دسویں روایت:

ابن عباس سے مروی ہے کہ نبی اکرمؐ نے سات اور آٹھ رکعات یعنی ظہر و عصر اور مغرب و عشاء کو ملا کر پڑھا ہے۔[1]

گیارہویں روایت:

نسائی نے ابن عباس سے روایت کی ہے کہ ابن عباس نے بصرہ میں نماز ظہر و عصر نیز مغرب و عشاء کو ملا کر پڑھا ہے درحالانکہ وہ خوف یا سفر کی حالت میں بھی نہیں تھے۔

بارہویں روایت:

نسائی نقل کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مدینہ منورہ میں بغیر کسی خوف اور بارش کے ہمیشہ دو نمازوں ظہر و عصر اور مغرب و عشاء کو ملا کر پڑھا کرتے تھے۔ کہا گیا کیوں؟ تو کہا: تاکہ آپؐ کی امت عسر و حرج میں مبتلا نہ ہو۔[2]

---

[1]۔ سنن نسائی، ج۱، ص۲۹۰۔ اس کتاب میں یہ بھی ہے کہ میں نے رسول اللہؐ کے پیچھے سات اور آٹھ رکعات کو ملا کر پڑھا ہے۔

[2]۔ سنن نسائی، ج۱، ص۲۸۶؛ حلیۃ الأولیاء، ج۳، ص۹۰؛ سنن طیالسی، ج۱۰، ص۳۴۱

تیرہویں روایت:

نسائی، جابر بن زید اور وہ ابن عباس سے روایت کرتے ہیں کہ ابن عباس نے بصرہ میں نماز ظہر و عصر پڑھی اور ان کے درمیان کوئی فاصلہ نہیں ڈالا اور ایسے ہی مغرب و عشاء کو بغیر کسی فاصلہ کے ملا کر پڑھا اور اس کا سبب ابن عباس کی مصروفیت تھی جبکہ ابن عباس یہ گمان رکھتے تھے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ظہر و عصر کو ملا کر پڑھا ہے اور ان دونوں نمازوں کے درمیان کوئی فاصلہ نہیں تھا۔[1]

چودہویں روایت:

ابن عمر روایت کرتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہمیں ظہر و عصر اور مغرب و عشاء کی نمازیں جمع کرکے پڑھائیں جبکہ آنحضرتؐ مقیم تھے نہ کہ مسافر۔

تو ابن عمر سے ایک شخص نے پوچھا کہ تمھاری نظر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دو نمازوں کو ملا کر کیوں پڑھا ہے؟ ابن عمر نے جواب دیا: تاکہ امت مشکل و سختی میں نہ پڑے، اگر کوئی شخص جمع بین الصلاتین کرے۔[2]

---

[1] ۔ سنن نسائی، ج۱، ص۲۹۰۔ اور اسمیں اس بات کا اضافہ بھی ہے کہ میں نے رسول اللہ کی اقتدا میں آٹھ اور سات رکعتوں کو ملا کر پڑھا ہے۔

[2] ۔ مصنف عبد الرزاق، ج۲، ص۵۵٦، ح۴۴۳۷؛ کنز العمال، ج۲، ص۲۴۲، ح۵۰۷۸

پندرہویں روایت:

ابو نعیم ابن عباس سے روایت کرتے ہیں کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آٹھ رکعات اور ساٹ رکعات مرض یا اس جیسے کسی دوسرے سبب کے بغیر ملا کر پڑھی ہیں۔[1]

سولہویں روایت:

طبرانی، عبداللہ بن مسعود سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مدینہ منورہ میں ظہر و عصر اور مغرب و عشاء کی نمازیں اکٹھی پڑھیں اور جب آپ سے اس کے متعلق پوچھا گیا تو فرمایا: میں نے اس لئے ایسا کیا تا کہ میری امت عسر و حرج میں مبتلا نہ ہو۔[2]

سترہویں روایت:

طحاوی نے جابر بن عبد اللہ انصاری سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مدینہ منورہ میں ظہر و عسر اور مغرب و عشاء کی نمازوں کو اکٹھا پڑھا ہے، جبکہ خوف اور اس جیسا کوئی اور سبب نہ تھا۔[3]

---

[1] ۔ حلیۃ الاولیاء، ج ۳، ص ۹۰

[2] ۔ المعجم الصغیر، ج ۲، ص ۹۴؛ المعجم الکبیر، ج ۱۰، ص ۲۶۹، ح ۱۰۵۲۵

[3] ۔ معانی الآثار، ج ۱، ص ۱۶۱

دو نمازوں کو ایک ساتھ پڑھنے کے متعلق صحیح احادیث کا یہ ایک مجموعہ ہے جس کو ارباب صحاح، سنن اور مسانید نے ذکر کیا ہے اور یہ حدیث کا مجموعہ اس شخص کے خلاف حجت ہے جو دو نمازوں کے ایک ساتھ پڑھنے کا قائل نہیں ہے، نیز اس شخص کے حق میں بھی حجت ہے جو عملی طور پر دو نمازوں کو جمع کرکے پڑھتا ہے جبکہ اکثر اہلسنت کا دو نمازوں کو ملا کر نہ پڑھنا اس محکم دلیل کی حجیت کے لئے کسی طرح بھی ضرر رساں نہیں ہے۔

مذکورہ احادیث کی توجیہ

بعض اہلسنت نے جمع بین الصلاتین پر دلالت کرنے والی روایات کی توجیہ کی ہے اور بڑی زحمتیں اٹھائی ہیں تاکہ ان احادیث کو اس موضوع کے متعلق غیر موثر ظاہر کریں:

پہلی توجیہ:

روای نے غلطی اور اشتباہ کیا ہے جیسا کہ دہلوی سے نقل ہے: "یہ جاننا ضروری ہے کہ حدیث میں "صلّٰی بالمدینة" جو آیا ہے یہ راوی کی جانب سے اشتباہ ہے بلکہ آپؐ نے دو نمازوں کو حالت سفر میں جمع کیا ہے۔[1]

خلاصہ یہ کہ راوی نے اشتباہ کرتے ہوئے کلمہ سفر کی جگہ لفظ مدینہ کو روایت میں درج کیا ہے۔

جواب: جیسا کہ آپ کو معلوم ہے کہ طبرانی نے اپنی سند سے سعید بن جبیر اور ابن عباس سے روایت کی ہے کہ نبی اکرمؐ نے آٹھ رکعتوں کو ملا کر پڑھا ہے جبکہ آنحضرتؐ مقیم اور غیر سفر کی حالت میں تھے۔ روای کہتا ہے میں نے ابن عباس سے پوچھا: آپؐ کہاں تھے؟ فرمایا: بالمدینه یعنی مدینہ میں تھے۔[2]

---

[1] ۔ شرح تراجم ابواب البخاری، ص ۱۲

[2] ۔ المعجم الاوسط، ج ۳، ص ۱۷۶

اس جواب کا خلاصہ یہ ہے کہ اولاً: روایات میں واضح طور پر مقیم، غیر مسافر اور مدینہ میں موجود ہونے کی تعبیرات آئی ہیں۔

ثانیا: کیا انسان کے لئے اپنے مقاصد کی خاطر اتنے اصحاب اور راویوں کی طرف اشتباہ اور کذب بیانی کی نسبت دینا درست ہے؟

دوسری توجیہ:

دو نمازوں کے درمیان جمع کرنا بارش کی وجہ سے تھا اور یہ توجیہ متقدمین بزرگان کی ایک جماعت سے منقول ہے۔

جواب: اولا: بعض روایات میں اس بات کی تصریح ہوئی ہے "من غیر خوف و لا مطر" کہ آپؐ کا جمع بین الصلاتین کرنا کسی خوب یا بارش کی حالت میں نہیں تھا۔

ثانیا: نووی اس تاویل کا ایسے جواب دیتے ہیں کہ یہ توجیہ اس روایت کے مقابلے میں ضعیف ہے جس میں "لا مطر" کی تعبیر وارد ہوئی ہے۔

ثالثاً: ابن حجر نے کہا ہے کہ مالک نے بارش والے احتمال کو اس حدیث (جابر بن زید کی ابن عباس سے حدیث) کو ذکر کرنے کے بعد بیان کیا ہے کہ رواى نے بالمدینہ کے لفظ کی جگہ بلا خوف ولا سفر کو درج کر دیا ہے اور مالک نے کہا ہے کہ شاید یہ دونوں نمازوں کو ملا کر پڑھنا بارش کی وجہ سے تھا، لیکن مسلم اور اصحاب سنن نے حبیب بن ثابت کے توسط سے اسی حدیث کو اس تعبیر "من غیر خوف و لا مطر" کے ساتھ

روایت کیا ہے، پس خوف، سفر یا بارش کی وجہ سے دو نمازوں کو ملا کر پڑھنے کا احتمال منتفی ہے۔[۱]

استاد شیخ نجم الدین فرماتے ہیں: خطابی نے حبیب بن ثابت کی حدیث کو ضعیف قرار دیتے ہوئے کہا ہے کہ یہ ایسی حدیث ہے جس کے اکثر فقہا قائل نہیں ہیں، جبکہ اس کی سند صحیح ہے، البتہ علماء نے حبیب کے بارے میں بحث و گفتگو کی ہے۔[۲]

لیکن خطابی کے قول کو ذہبی کا یہ قول رد کرتا ہے کہ اس حبیب بن ثابت کی حدیث سے اصحاب صحاح میں سے ہر ایک نے استدلال کیا ہے اور حبیب کو یحییٰ اور ایک گروہ نے موثق بھی قرار دیا ہے۔[۳]

عدی کے چچازاد نے حبیب کو حدیث کے اعتبار سے باقی سب سے مشہور قرار دیا ہے اور کہا ہے کہ اس کی احادیث زیادہ ہیں اور اس سے ائمہ نے بھی احادیث نقل کی ہیں اور وہ ثقہ اور حجت ہے جیسا کہ ابن معین نے کہا ہے۔[۴]

محقق ابن صدیق نے اس تاویل کی رد میں کہا ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دو نمازوں کو ملا کر پڑھنے کے سبب کو صراحت کے ساتھ بیان فرمایا ہے تاکہ میری امت

---

[۱] ۔ فتح الباری، ج ۲، ص ۳۰

[۲] ۔ معالم السنن، ج ۲، ص ۵۵؛ عون المعبود، ج ۱، ص ۲۶۹

[۳] ۔ میزان الاعتدال، ج ۱، ص ۲۵۱

[۴] ۔ الکامل فی الضعفاء، ج ۲، ص ۲۰۶؛ التہذیب، ج ۱، ص ۲۳۰

زحمت و مشقت میں نہ پڑے اور بیان فرمایا کہ ضرورت کے تحت جمع بین الصلاتین جائز ہے اور ابن عباس نے اسی حدیث کے تحت مغرب کی نماز کو خطبہ دینے کی وجہ سے لیٹ کیا اور پھر دونوں نمازوں کو ملا کر پڑھا اور اعتراض کرنے والوں کو نبی اکرمؐ کے عمل سے جواب دیا اور اگر بالفرض نبی اکرم ﷺ کے دو نمازوں کے جمع کرنے کی وجہ بارش تھی جو کہ ایک واضح عذر ہے تو آنحضرتؐ کی اس جمع کے ذریعے فقط خطبے یا درس کی وجہ سے دو نمازوں کو ملا کر پڑھنا اور اس پر استدلال کرنا جائز نہیں ہے کیونکہ خطبہ وغیرہ کو نماز کے لئے روکا بھی جا سکتا ہے اور ایسا کرنے سے کوئی حرج و مشقت پیش نہیں آتی ہے۔[1]

تیسری توجیہ:

شاید بادل تھے اور آنحضرتؐ نے نماز ظہر پڑھی اور بعد میں معلوم ہوا کہ نماز عصر کا وقت ہے لہٰذا نماز عصر کو بھی فوراً پڑھ لیا۔

جواب: مازری فرماتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ کے نماز مغرب و عشاء کو جمع کرنے سے مذکورہ توجیہ ضعیف ہو جاتی ہے۔

خلاصہ: اگر ظہر و عصر کی نمازوں کو ملا کر پڑھنے کا سبب بادل ہی تھے تو آپؐ نے مغرب و عشاء کو کیوں جمع کیا ہے؟

---

[1] ۔ازالۃ الخطر عمن جمع بین الصلاتین فی الحضر، ص۱۱۶

چوتھی توجیہ:

شاید رسول اللہ ﷺ نے کسی بیماری جیسے عذر کی وجہ سے دو نمازوں کو ملا کر پڑھا ہے۔

جواب: یہ تاویل بھی ظاہرِ روایات کے مخالف ہے، ثانیاً: اگر آپؐ کو عذر درپیش تھا تو باقی لوگ تو عذر نہیں رکھتے تھے، انھوں نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ کیوں نماز پڑھی تھی؟اوراس کے علاوہ شافعی مذہب کے مطابق اور ترمذی نے جو نقل اجماع کیا ہے کہ امت کا اس پر اجماع ہے کہ مریض کے لئے دو نمازوں کا ملا کر پڑھنا جائز نہیں ہے۔یہ بھی اس توجیہ کے مخالف ہے۔

پانچویں توجیہ:

شاید جمع بین الصلاتین مسجد نبوی کی فضیلت کی وجہ سے اسی مسجد کے ساتھ خاص ہے۔

جواب: اولاً: عماری مغربی کے قول کے مطابق یہ خصوصیت والا دعویٰ کسی دلیل کے ذریعے ثابت ہونا چاہیے۔یہ توجیہ ایسے ہی ہے کہ کوئی شخص نماز جماعت یا جمعہ کو مسجد نبوی یا آنحضرتؐ کے زمانے سے مخصوص کرے اور کہے کہ ہمارے زمانے میں نماز جمعہ اور نماز جماعت ضروری نہیں ہے۔

ثانیاً: رسول اللہ ﷺ نے بارہا، عرفہ، تبوک اور دیگر اپنے سفروں میں دو نمازوں کو جمع کیا ہے۔

چھٹی توجیہ:

۱. جمع حقیقی: یہ وہ جمع ہے جس کا شیعہ دعوی کرتے ہیں جبکہ اہلسنت کی نظر میں پیغمبر اکرمؐ نے روز عرفہ کو جمع حقیقی انجام دیا ہے۔

۲. جمع صوری: یعنی نماز ظہر کو اس کے آخری وقت تک مؤخر کرکے نماز عصر کو اس کے اول وقت میں انجام دیا جائے اور جو شخص بھی اس کو دیکھے یہی سمجھے گا کہ اس نے دو نماوں کو جمع کیا ہے۔

جواب: بعض اہلسنت نے اس توجیہ کا جواب دیا ہے جن میں سے ایک ابن صدیق ہیں جس نے ۲۰ جوابات دیئے ہیں۔

جب جمع کا نام لیا جاتا ہے تو عرفاً جمع حقیقی مراد ہوتی ہے نہ کہ جمع صوری کیونکہ جمع صوری میں ہر نماز اپنے خاص وقت میں ادا ہوتی ہے، جبکہ وہ جمع بین الصلاتین جو معروف ہے وہ یہ ہے کہ دو نمازوں کو کسی ایک نماز کے وقت میں ادا کیا جائے جیسا کہ عرفہ اور مزدلفہ میں اسی طرح کی جمع کی جاتی ہے۔

جمع صوری کے دلائل

پہلی دلیل: جابر بن زید نے ابن عباس سے روایت نقل کی ہے کہ انھوں نے کہا: میں نے نبی ﷺ کے ساتھ مدینہ میں آٹھ رکعات ظہر و عصر اور سات رکعات مغرب و عشا کی اکٹھی پڑھیں اس طرح سے کہ آپؐ نے ظہر کو آخر وقت میں اور عصر کو اول وقت میں اور اسی طرح مغرب کو آخر وقت میں اور عشاء کو اول وقت میں ادا فرمایا۔

شوکانی نے اس دلیل کے ذریعے استدلال کرتے ہوئے کہا ہے کہ یہ ابن عباس، راوی حدیث صراحت سے بتا رہے ہیں کہ مذکورہ جمع سے مراد جمع صوری ہے۔[1]

اس کا جواب یہ ہے کہ روایت میں مذکورہ تقدیم و تاخیر کی جو بات ہے وہ راوی[2] کی طرف سے ہے نہ کہ ابن عباس کی طرف سے، یعنی یہ بات راوی کی اپنی تفسیر ہے۔

اس بات کی دلیل وہ روایت ہے جو بخاری و مسلم میں عمرو بن دینار سے نقل کی گئی ہے: ((اے ابو شعثاء کیا انہوں نے یہ گمان کیا ہے کہ نماز ظہر کو موخر اور نماز عصر کو مقدم کرکے پڑھا اور مغرب کو موخر اور عشاء کو مقدم کرکے پڑھا ہے؟ ابو شعثاء نے کہا: مجھے بھی یہی گمان ہے۔

---

[1] ۔ نیل الاوطار، ج۳، ص۲۱۶

[2] ۔ ابو العشاء جابر بن زید

ابن عساکر نے مسند احمد پر اپنی تعلیق میں یہ بات صراحت سے کہی ہے کہ یہ جمع صوری ابو شعثاء کی تاویل ہے اور وہ حجت نہیں ہے۔))[۱]

دوسری دلیل: نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سوائے دو نمازوں کے کوئی نماز بھی اپنے وقت سے باہر نہیں پڑھی، ایک نماز مغرب و عشاء جو مزدلفہ میں ملا کر پڑھی اور دوسری نماز فجر جسے وقت سے پہلے ادا فرمایا۔

یہ بات اس روایت کی بنا پر کہی گئی جسے بخاری، نسائی، ابو داؤد اور موطا نے ابن مسعود سے نقل کیا ہے:

((میں نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو وقت سے باہر نماز پڑھتے کبھی نہیں دیکھا مگر دو نمازیں کہ جہاں آپؐ نے اپنے وقت سے ہٹ کر پڑھیں، مزدلفہ میں مغرب و عشا ملا کر پڑھیں اور نماز فجر کو وقت سے پہلے ادا کیا۔))[۲]

اس دلیل پر ایک اعتراض یہ وارد ہوتا ہے کہ جمع بین الصلاتین کو صرف ایک مورد میں منحصر کرنا ان روایات سے منافات رکھتا ہے جن میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ آپؐ نے عرفہ کے دن اور اس کے علاوہ سفر میں بھی دو نمازیں کو ایک ساتھ پڑھا ہے۔ اس بنا پر اس حدیث کو بطور دلیل کے قبول نہیں کیا جا سکتا۔

---

[۱]۔ مسند احمد، تعلیقہ شاکری، ج ۳، ص ۲۸۰، ۱۹۲۰ء طبع دار المعارف مصر

[۲]۔ نیل الاوطار، ج ۳، ص ۲۴۵؛ فتح الباری، ج ۲، ص ۲۶۲

نووی نے کہا ہے کہ اس روایت پر عمل نہیں کیا جائے گا اس لئے کہ عرفات میں نماز ظہر و عصر ملا کر پڑھنا مورد اجماع ہے۔[1]

دوسرا اعتراض یہ ہے کہ یہ روایت ان روایات کے منافی ہے جو ابن عباس حتی خود ابن مسعود کے متعلق وارد ہوئی ہیں کہ انھوں نے مدینہ میں دو نمازیں ملا کر پڑھیں اور اسی طرح اس روایت کے بھی منافی ہے جس میں آیا ہے کہ ابن عباس نے بصرہ میں ملا کر دو نمازیں پڑھیں۔

تیسری دلیل: رسول خداؐ ہمارے پاس آئے پھر آپ ظہر کو مؤخر کیا کرتے تھے اور عصر کو اول وقت میں پڑھتے اور یوں دونوں نمازوں کو ملا کر ادا فرماتے اور مغرب کو تاخیر سے اور عشاء کو اول وقت میں پڑھتے اور یوں انھیں جمع کر لیتے۔ شوکانی نے اس کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا ہے کہ یہی جمع صوری ہے اور ابن عمر ان لوگوں میں سے ہیں جنھوں نے روایت کی ہے کہ آپؐ مدینہ میں دو نمازیں ملا کر پڑھتے تھے جیسا کہ اس روایت کو عبد الرزاق نے ذکر کیا ہے۔[2]

---

[1] ۔ شرح المنتقی، ج ۲، ص ۲۴۷۔۲۴۷

[2] ۔ مصنف عبد الرزاق، ج ۲، ص ۵۵۴

اس کے جواب میں پہلے تو یہ عرض ہے کہ روایت سے معلوم نہیں ہوتا کہ جمع صلاتین حالت سفر میں تھی یا بغیر سفر کے اور دوسری بات یہ کہ ابن عمر سے ہی واضح طور پر یہ بات نقل ہوئی ہے کہ نبیؐ نے کسی سفر کے بغیر نمازیں ملا کر ادا فرمائیں۔

ابن عمر سے مروی ہے کہ ’’رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حالت سفر کے بغیر نماز ظہر و عصر اور نماز مغرب و عشاء ملا کر پڑھیں، کسی نے ابن عمر سے پوچھا: آپ کے خیال میں نبیؐ نے ایسا کیوں کیا؟ تو انھوں نے کہا: تاکہ اگر امت میں کوئی شخص ملا کر پڑھنا چاہے تو اس پر کوئی حرج نہ ہو۔[۱]

جیسا کہ یہ بات ثابت ہے کہ نبیؐ نے سفر میں دو نمازیں ملا کر ادا فرمائی ہیں۔

انس بن مالک سے مروی ہے کہ:

((رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب زوال سے پہلے سفر پر نکلتے تو نماز ظہر مین تاخیر فرماتے یہاں تک کہ نماز عصر کا وقت ہو جاتا اور پھر اترتے اور انھیں ملا کر پڑھتے۔))[۲]

اس پر نووی نے یوں حاشیہ لگایا ہے: یہ روایت اس بات کو واضح طور پر بیان کرتی ہے کہ آنحضرتؐ دوسری نماز (عصر اور عشاء) کے وقت میں دونوں کو ملا کر ادا فرماتے تھے۔[۳]

۱۔ صحیح مسلم، ج ۲، ص ۱۰۲

۲۔ شرح صحیح مسلم، نووی، ج ۳، ص ۴۰۶۔۴۱۰

۳۔ شرح صحیح مسلم، نووی، ج ۳، ص ۴۰۶۔۲۰۱

نووی کی تصریح کچھ یوں ہے: ((جمع صوری کی یہ تاویل کمزور اور باطل ہے اس لئے کہ یہ ظاہر روایت کے مخالف ہے اور یہ مخالفت ابن عباس کے اس فعل کے متحمل نہیں ہو سکتی کہ جس کا ہم نے ذکر کیا ہے کہ انھوں نے خطبہ دیا اور اپنے فعل کے درست ہونے پر حدیث سے استدلال کیا۔ ان کا استدلال قائم کرنا اور ابوہریرہ کا ان کی تصدیق کرنا اور ان کی بات کا انکار نہ کرنا واضح طور پر اس تاویل کو رد کر رہا ہے۔))[١]

کیا ابن عباس کی بات اجماع کے مخالف ہے؟

ترمذی اور تقی الدین سبکی نے دعویٰ کیا ہے کہ اہل علم کا اس بات پر اجماع ہے کہ ابن عباس کی حدیث پر عمل نہ کیا جائے۔[٢]

میری رائے میں یہ دعویٰ باطل ہے اور اس کی دلیل یہ ہے کہ:

١. امام نووی نے شرح صحیح مسلم میں کہا ہے: جہاں تک ابن عباس کی روایت کا تعلق ہے تو اس پر عمل نہ کرنے کے بارے میں علماء میں اجماع نہیں قائم ہوا بلکہ اس بارے میں ان کے اقوال مختلف ہیں۔[٣]

٢. آلوسی نے ترمذی کے کلام کو رد کرتے ہوئے کہا ہے کہ یہ دعویٰ بحث و تحقیق کے نہ ہونے کا نتیجہ ہے۔

---

[١]۔ رسالہ اجتماع وافتراق، طبع ضمن ''الدرة المضيئة''، ص ٢٢؛ سنن ترمذی، کتاب العلل، ج ٥، ص ٧٣٦

[٢]۔ شرح صحیح مسلم، ج ٣٢، ص ٢١٠

[٣]۔ روح المعانی، ج ١٥، ص ١٣٤

۳. شوکانی نے کہا ہے کہ جو لوگ بطور مطلق جمع بین الصلاتین کے قائل ہیں انھوں نے اس حدیث سے استدلال کیا ہے البتہ اس شرط کے ساتھ کہ اکٹھا پڑھنے کو عادت نہ بنالے۔[۱]

۴. شوکانی کا قول ہے: اس روایت کو مظفر نے البیان میں علی علیہ السّلام، زید بن علی، ہادی، ناصر کے دو قولوں میں سے ایک اور منصور کے قولوں میں سے ایک کے حوالے سے نقل کیا ہے۔[۲]

۵. البحر میں بعض علماء کے حوالے سے نقل کیا گیا ہے کہ جمع بین الصلاتین کی ممنوعیت پر اجماع قائم ہے البتہ انھوں نے اس بات کو قبول نہیں کیا ہے اور یہ دلیل ہمیشہ کی ہے کہ اس بارے میں گذشتہ علماء نے اختلاف کیا ہے۔[۳]

۱۔ نیل الاوطار، ج ۳، ص ۲۱٦

۲۔ نیل الاوطار، ج ۳، ص ۲۱٦

۳۔ نیل الاوطار، ج ۳، ص ۲۱٦

جمع کے جواز کے بارے میں فقہاء کے اقوال

۱. **ابن رشد**: اس کا کہنا ہے کہ جہاں تک جمع کا تعلق ہے تو اس کے بارے میں تین مسائل ہیں پہلا اس کے جواز کا مسئلہ اور۔۔۔ جہاں تک جواز کے مسئلے کی بات ہے تو اس کے بارے میں یہ اجماع ہے کہ ظہر عرفہ کے وقت نماز ظہر و عصر کو ملا کر پڑھنا سنت ہے اور عشاء کے وقت مزدلفہ میں مغرب و عشاء کی نمازوں کو ملا کر پڑھنا بھی سنت ہے۔ان دو جگہوں کے علاوہ نمازوں کو ملا کر پڑھنا محل خلاف ہے۔[۱]

۲. **سرخسی**: مالک نے کہا ہے کہ جب زوال ہو جائے تو ظہر کا وقت داخل ہوتا ہے اور جب اتنا وقت گذر جائے کہ جس میں چار رکعات پڑھی جا سکیں تو عصر کا وقت ہو جاتا ہے اور اس کے بعد کا وقت نماز ظہر و عصر میں مشترک ہے جب تک کہ سایہ دو برابر نہ ہو جائے اس لئے کہ حدیث امامت جبرئیل اسی بات پر دلالت کرتی ہے۔[۲]

---

[۱] ۔ بدایۃ المجتہد، ج۱، ص۱۷۰

[۲] ۔ المبسوط، سرخسی، ج۱، ص۱۴۳، دیکھیے: المجموع، ج۴، ص۳۸۴، حلیۃ العلماء، ج۲، ص۲۶۶، المغنی، ج۱، ص۳۸۲

۳. **ابن حجر شارح صحیح بخاری**: ان کا کہنا ہے کہ اصحاب مالک میں سے ابن سیرین، ربیعہ اور اسھب، اسی طرح ابن منذر اور قفال کبیر اس بات کے قائل ہوئے ہیں اور خطبی نے اصحاب حدیث کی ایک جماعت سے اس بات کو نقل کیا ہے اور مزید کہا ہے کہ: ابن عباس نے نفی حرج کی جو تعلیل کی ہے اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ جمع صلاتین بطور مطلق جائز ہے۔[1]

۴. **ابن رشد**: اہل ظاہر میں سے ایک جماعت نے جمع کو جائز قرار دیا ہے۔[2]

۵. **شارح صحیح مسلم**: شارح صحیح مسلم نووی نے کہا ہے کہ ابن عباس کا وہ قول اس بات کی تائید کرتا ہے جس میں انھوں نے کہا ہے کہ دو نمازوں کو ملا کر پڑھنا اس لئے تھا کہ امت مشکل میں نہ پڑے اور بطور علت مرض وغیرہ کو ذکر نہیں کیا۔

۶. **حامد بن حسن**: عبد اللہ بن حسن، زید بن علی، الناصر، حسن بن یحییٰ بن زید، المتوکل علی اللہ، احمد بن سلیمان، المهدی احمد بن الحسین،

---

[1] ۔ فتح الباری، ج۲، ص۳۱

[2] ۔ بدایۃ المجتہد، ج۱، ص۱۷۷

المنصور باللہ عبد اللہ بن حمزہ، المتوکل: المطہرین بن یحییٰ اور اس کے بیٹے محمد سے مروی ہے کہ بغیر عذر کے جمع جائز ہے۔

اور اسی قول کو حسن بن علی بن داود، المنصور باللہ القاسم بن عمد، اس کے بیٹے المو ید باللہ، المفتی، النخعی وغیرہ نے بھی اختیار کیا ہے اور ابن مظفر نے البیان میں علیؓ سے نقل کیا ہے۔[1]

۷. **محدث بن صدیق غماری:** انہوں نے اس موضوع پر ایک مستقل کتاب لکھی ہے اور اس کا نام "ازالة الخطر عمن جمع بین الصلاتین فی الحضر" رکھا ہے یعنی بغیر سفر کے ظہرین و مغربین کے جمع کا جواز، البتہ انھوں نے جواز کے ساتھ یہ قید لگائی ہے کہ جمع کو عادت نہ بنایا جائے۔

قاضی احمد بن محمد بن شاکر شافعی :

جمع بین الصلاتین کے جواز کے متعلق ابن سیرین کے مذہب کو نقل کرنے کے بعد انھوں نے کہا ہے:

یہی بات درست ہے کہ جسے حدیث سے اخذ کیا گیا ہے جبکہ مرض اور عذر وغیرہ کی جو تاویل ہے تو وہ زبردستی والی بات ہے جس پر کوئی دلیل نہیں ہے

---

[1] ۔ قرۃ العین فی الجمع بین الصلاتین، ص ۳؛ نیل الاوطار، ج ۳، ص ۳۱۶، رحمۃ الامۃ لمحمد بن عبد الرحمٰن الدمشقی

اور مزید انھوں نے کہا ہے: اور رائے کو اخذ کرنے سے ان لوگوں کی بہت بڑی مشکل بھی دور ہو جائے گی جو اپنے کاموں اور مشکل حالات کے ہاتھوں نمازوں کو ملا کر پڑھنے پر مجبور ہوتے ہیں اور گنہگار ٹھہرتے ہیں۔ پس اس رائے کو قبول کر لینے کی صورت میں ان کے لئے سہولت پیدا ہو گی اور اطاعت الٰہی میں ان کی مدد ہو گی جب تک وہ ملا کر پڑھنے کو عادت نہ بنا لیں جیسا کہ ابن سیرین نے کہا ہے۔[1]

۱۔ التعلیق علی سنن ترمذی لابن شاکر، ج۱، ص۳۵۸

شرعی امور میں ترخیص سے استفادہ کرنے کا استحباب

جب جمع بین الصلاتین کا جواز ثابت ہو چکا تو یہ بات پیش نظر رہے کہ اس کا جواز ایک شرعی ترخیص اور چھوٹ ہے اور خداوند متعال کی طرف سے ملنے والی چھوٹ اور ترخیص کو اخذ کرنا مستحب ہے جیسا کہ یہ بات روایات میں بھی وارد ہوئی ہے:

١. ابن عباس نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کی ہے کہ آپ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ جس طرح اس بات کو پسند فرماتا ہے کہ اس کے فرائض کو انجام دیا جائے یونہی اس بات کو بھی پسند فرماتا ہے کہ اس کی طرف سے دی گئی رخصت اور چھوٹ سے بھی استفادہ کیا جائے۔

٢. ابن عمر سے روایت ہے کہ رسول خداؐ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ جس طرح معصیتوں کے ارتکاب کو ناپسند فرماتا ہے اسی طرح اس بات کو پسند فرماتا ہے کہ اس نے جن امور میں چھوٹ دی ہے انھیں قبول کیا جائے۔

٣. انس بن مالک سے روایت ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جیسے بندہ خدا کی مغفرت کو چاہتا ہے ویسے ہی خدا چاہتا ہے کہ اس کی طرف سے ملنے والی چھوٹ کو قبول کیا جائے۔

۴. ابن عمر سے مروی ہے کہ انھوں نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ کہتے ہوئے سنا: جو شخص خدا کی طرف سے ملنے والی چھوٹ کو قبول نہ کرے تو اس کا گناہ عرفہ کے پہاڑ کے برابر ہوگا۔[1]

۱۔ تفسیر الدر المنثور، ج۱، ص ۱۹۳

وہ روایات جن سے جمع بین الصلاتین کی حرمت کا وہم پیدا ہوتا ہے

۱. ابن عباس سے روایت ہے کہ رسول خداؐ نے فرمایا: جو شخص بغیر عذر کے دو نمازوں کو ملا کر پڑھے اس نے گناہان کبیرہ میں سے ایک گناہ کا ارتکاب کیا ہے۔[۱]

لیکن اس روایت کی سند میں "خش" آیا ہے جو کہ الحسین بن قیس ارجبی ابو علی الواسطی کا لقب ہے۔ بخاری کا کہنا ہے: ((اس کی احادیث انتہائی غیر معروف ہیں اور ان کو نقل نہ کیا جائے۔))

اور احمد کا کہنا ہے کہ وہ ضعیف الحدیث ہے اور تمام ائمہ فن حدیث کا یہی کہنا ہے۔[۲]

۲. ابو العالیہ سے روایت ہے کہ حضرت عمر نے ابو موسیٰ اشعری کو لکھا: جان لو کہ دو نمازوں کو اکٹھے پڑھنا گناہان کبیرہ میں سے ہے مگر یہ کہ کوئی عذر درپیش ہو۔[۳]

---

[۱] ۔ سنن ترمذی، ج۱، ص ۳۵۴؛ المستدرک علی الصحیحین، ج۱، ص ۲۷۵

[۲] ۔ تہذیب التنذیب، ج۱، ص ۵۳۸

[۳] ۔ سنن کبریٰ، ج۳، ص ۱۶۹

میں کہوں گا کہ یہ حدیث مرسل ہے بیہقی نے صراحت کے ساتھ اس کا مرسل ہونا بیان کیاہے۔ ابو العالیہ کا عمر سے سماع ثابت نہیں ہے اور ابن ترکمان حنفی نے اس کے بعد کہا ہے کہ انھوں نے عمر کے پیچھے نماز پڑھی ہے۔[۱]

میں کہوں گا کہ خلیفہ کے پیچھے نماز پڑھنا ایک عادی امر ہے جس سے روایات کرنا ثابت نہیں ہوتا جیسا کہ عسقلانی نے کہا ہے (ابو العالیہ حضرت ابو بکر کے پاس گیاہے مگر یہ بات واضح ہے کہ ایسی تعبیر کا یہ تقاضا نہیں ہے کہ ان سے حدیث بھی نقل کی ہو۔ نیز صحابہ میں ایسے لوگ تھے جنھوں نے نبیؐ سے ملاقات تو کی تھی مگر حدیث نہیں سنی تھی۔

اس وجہ سے ابن ترکمانی کا یہ کہنا کہ ان کے پیچھے نماز پڑھی ہے کوئی حیثیت نہیں رکھتا۔[۲]

مزید یہ کہ خلیفہ نے اس حدیث کو نبیؐ سے نقل نہیں کیااور عین ممکن ہے یہ ان کا اپنا اجتہاد اور اپنی رائے ہو، جبکہ غزالی نے صراحت کیساتھ کہا ہے کہ صحابی کا قول حجت نہیں ہے اور قول صحابی کی حجیت کو اصول موہومہ میں سے قرار دیتے ہوئے کہتے ہیں:

---

[۱] ۔ الجواہر النقی، ج ۳، ص۱۶۹

[۲] ۔ لسان المیزان، ج ۷، ص۱۶۹

((اصول موہومہ میں سے دوسری اصل قول صحابی ہے۔ ایک جماعت نے یہ رائے اختیار کی ہے کہ صحابی کا قول بطور مطلق حجت ہے اور ایک جماعت کی رائے میں وہ اگر قیاس کے خلاف بھی ہو تب بھی حجت ہے اور ایک جماعت کے نزدیک صرف حضرت ابوبکر و عمر کا قول حجت ہے اس لئے کہ آپ نے فرمایا ہے میرے بعد آنے والے دو خلیفوں کی اقتدا کرو اور ایک جماعت کے نزدیک اگر خلفا راشدین ایک بات پر متفق ہوں تو وہ حجت ہے۔

مگر ہمارے نزدیک یہ تمام آراء باطل ہیں۔اس لئے کہ جس کے بارے میں غلطی اور سہو کا امکان ہو اور اس کی عصمت ثابت نہ ہو تو اس کے قول میں کوئی حجیت نہیں پائی جاتی ہے۔

پس خطا کے احتمال کے ہوتے ہوئے کیسے ان کے قول کو حجت قرار دیا جاسکتا ہے؟))[۱]

۱۔ المستصفیٰ، ج۱، ص۲۶۰

ابوطالبؑ اسلامک انسٹی ٹیوٹ کے اہداف و مقاصد

۱۔ تعلیمات محمد وآل محمدؐ کی نشر واشاعت

۲۔ مبلّغین کی تربیت

۳۔ دین مبین اسلام اور مذہب شیعہ پر ہونے والے اعتراضات کے مدلل جوابات

۴۔ فن ترجمہ و تحقیق سے آشنائی

۵۔ غریب مومنین کی مدد

ابوطالبؑ اسلامک انسٹی ٹیوٹ کی مطبوعات

۱۔ الصّواعق الالھیّۃ فی الرّد علی الوھابیۃ

۲۔ وہابیت عقل وشریعت کی نگاہ میں

۳۔ وہابی افکار کی ردّ (اردو/ سندھی)

۴۔ نظریہ عدالت صحابہ

۵۔ سلف اور سلفی

۶۔ نماز تراویح سنت یا بدعت؟

۷۔ نماز میں ہاتھ کھولیں یا باندھیں؟ (اردو/سندھی)

۸۔ مذہب شیعہ پر ہونے والے اعتراضات کے جوابات (اردو/ سندھی)

۹۔ آگ اور خانہ زہراء سلام اللہ علیہا

۱۰۔ ندائے ولایت (اشھد انّ علیّا ولی اللہ)

۱۱۔ گریہ و عزاداری

۱۲۔ ماتم اور عزاداری کیوں؟

۱۳۔ امام حسینؑ کے مکی ایام

۱۴۔ عقد ام کلثوم

۱۵۔ گنہگار عورتیں

۱۶۔ شیعیان علیؑ کا مقام

۱۷۔ عدالت صحابہ

۱۸۔ پیغمبرؐ کے پہلے یار کون؟

۱۹۔ شرح چہل حدیث امام مہدی علیہ السلام

۲۰۔ اعمال ماہ مبارک رمضان (ترجمہ کامل)

۲۱۔ ہدیہ مبلغین

۲۲۔ وہابیت عامل تفرقہ

۲۳۔ ردّ الشبہات

۲۴۔ ولادت امام مہدی علیہ السلام اور عصر غیبت میں وجود امام کے فوائد

۲۵۔ ندائے اسلام

۲۶۔ ماتم اور عزاداری کیوں؟

۲۷۔ متعہ صحابہ کرام، تابعین اور فقہاء کی نظر میں

۲۸۔ رجال مقارن

۲۹۔ وہابیت اور توسل

۳۰۔ حق پر کون؟ (اسلامی مذاہب کا وہابیوں سے مناظرہ)

۳۱۔ شناخت صحابہ

۳۲۔ وہابیت اور امویت

۳۳۔ وہابیت کا تنقیدی جائزہ

۳۴۔ نماز جمعہ کو مت ترک کریں

۳۵۔ وہابیت اور عزاداری

۳۶۔ پاکستان کے دینی مدارس کو بہتر بنانے کی تجاویز

۳۷۔ واقعہ کربلا پر ہونے والے اعتراضات کے جوابات

۳۸۔ چہلم امام حسین علیہ السّلام کا فلسفہ

۳۹۔ وہابیت اور تبرک

۴۰۔ سعد بن ابی وقاص کا حقیقی چہرہ

۴۱۔ وہابی عقائد کی رد (درسی نصاب)

۴۲۔ اسلام میں قیدیوں کے حقوق

۴۳۔ قرآن کریم سے متعلق اعتراضات کے جوابات